© rasailojaraid.com

دعوتِ اسلامی کے اساسی اصول و شرائط

(سورہ النحل کی آخری آیات کی روشنی میں)

از جناب نعیم صدیقی صاحب

(۳)

ہدایت و ضلالت خدا کے اختیار میں ہے۔ آگے کا ارشادِ خداوندی یہ ہے کہ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً تیرا رب پوری طرح ایسوں کو بھی جانتا ہے جو اس کا راستہ چھوڑ کر گمراہی میں پڑے، اور وہی ہدایت پانے والوں کا بھی مکمل علم رکھتا ہے۔

اگر اس ارشاد کا حکمِ ماسبق (جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ) سے تعلق دیا جائے تو مفہوم یہ ہوگا کہ دعوتِ حق کا کام کرنے والوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ جدالِ احسن سے انحراف کرنے والوں کو بھی اور اس کا التزام کرنے والوں کو بھی پوری طرح جانتا ہے۔ تم جو بھی طرزِ عمل اختیار کرو گے وہ اس کا نگران اور رقیب ہے۔

لیکن "ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ" اور "مُهْتَدِيْنَ" جیسے الفاظ اس محدود و مخصوص مفہوم کی طرف جانے نہیں دیتے۔ بات زیادہ وسیع المعنیٰ ہے۔

اسے سمجھنے کے لیے یہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ داعی پر جب دعوت کی کامیابی کی حرص غلبہ کرتی ہے، اور لوگوں کے اصلاح یافتہ ہونے کی تمنا بیتاب لاحق ہوتی ہے اور اسلام کے غلبے اور اس کے مخالفین و معاندین کی شکست کی عاجلانہ خواہش پیدا ہو جاتی ہے تو وہ حکمت اور موعظہ حسنہ اور جدالِ احسن کے تقاضوں سے انحراف کرتا ہے۔ اس خطرے کا سدِ باب کرنے کے لیے داعیان کی ذہنی تربیت کا یہ سامان اس آیت میں کیا گیا ہے کہ ہدایت و ضلالت کے متعلق بڑی اہم وضاحت کر دی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ لوگوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ہدایت و ضلالت کی باگ ڈور کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں، اور کسی کو ہدایت کی سعادت ملنے اور کسی کو ہدایت سے محرومی کے عذاب میں مبتلا ہونے کے لیے مشیتِ الٰہی کے جو قوانین جن ذہنی و اخلاقی احوال کے مطابق کام کرتے ہیں ان کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ اللہ کے نیک سے نیک بندوں، اور زیرک سے زیرک دعوت دینے والوں کے بس میں بھی نہیں ہے کہ وہ کسی فرد یا گروہ یا قوم کو لازماً ہدایت کی راہ پر ڈال دکھائیں ـــــ خواہ وہ حکمت اور موعظہ حسنہ اور جدال احسن کے اصولوں کی کیسی ہی پابندی کیوں نہ کریں۔

ایک سچا داعی یہ بات خدا کے سپرد کر دیتا ہے کہ بس وہی اس بات کو جانتا ہے کہ مخاطبینِ دعوت اور مجادلین میں سے کون ہدایت سے محروم ہونے والا ہے اور کون اس نعمت سے بہرہ ور ہونے والا ہے۔ جن کو خدا کی راہ سے بھٹکنا ہے انہیں بھی وہ خوب جانتا ہے، اور جن کو راہ یاب ہونا ہے ان کا بھی اُسے پورا علم ہے۔ لہٰذا سعیٔ دعوت کو صحیح خطوط پر مقررہ شرائط کے ساتھ انجام دے دینے کے بعد پورے اطمینان سے نتائج خدائے اَعْلَم کے سپرد کر دینے چاہییں۔ ہدایت کا پیغام دینا بندوں کا کام ہے اور ہدایت دینا خدا کے اپنے اختیار میں ہے۔ یہ فیصلہ بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے کہ کون سا مخاطب کن کن مراحل سے گزرنے کے بعد کب ہدایت یاب ہوگا، کس نے اپنے دل و دماغ کو کم آلودہ کیا ہے اور کس نے زیادہ، اور کس نے اپنے کردار میں کم سے کم رخنے پیدا ہونے دیے ہیں اور کس نے اس کا ستیاناس کر لیا ہے، کس کے دل کے دروازے دلائل کے لیے آسانی سے کھلتے ہیں اور کس کے اندر تعصبات اور عصبیتوں کی مضبوط دیواریں کھڑی ہیں۔ خدا ہی اس امر کا علم رکھتا ہے اور فیصلہ کرنے والا ہے کہ کسے جلدی آنا ہے اور کسے دیر میں۔ دعوت کی سعی کی ذمہ داری سے آگے بڑھ کر جب آدمی اپنے ناقص علم کے ساتھ دعوت کے نتائج حسبِ منشا حاصل کرنے کے لیے بے قرار ہو جاتا ہے تو اُس میں عجلت پسندی پیدا ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں زور زبردستی سے کام لینے کے لیے مصیطرانہ ذہنیت نمودار ہوتی ہے۔ حالانکہ قرآن میں حضورؐ تک کو "لاتعجل" (جلدی نہ کریں) اور "لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" (آپؐ اُن پر چوبدار مقرر نہیں کیے گئے) کی تلقین کی گئی۔ نیز اساسی کلیہ سامنے رکھ دیا گیا ہے کہ عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (الرعد: ۴۰) یعنی آپ کے ذمے صرف بات کو کما حقہٗ پہنچا دینا ہے، اور حساب ہمارے ذمے ہے۔ یعنی حساب اس پہلو سے بھی کہ کون ہدایت پائے اور کون نہ پائے، اور کون جلد پائے اور کون دیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے پاتے ہیں، اور حساب اس پہلو سے بھی کہ ہدایت یافتہ اور محرومِ ہدایت کی کشمکش کا کب کیا نتیجہ پیدا ہو، کسے کیا کامیابی کب ملے اور کسے کس عذاب سے کب دوچار ہونا ہو گا۔

متذکرہ بالا الفاظِ قرآنی کا مدعا اثرات و نتائج کو تفویض الی اللہ کرنا ہے۔ اس صورت میں ان حدود و شرائط کا پورا تحفظ ہو جاتا ہے جو کارِ دعوت کے لیے دی جا رہی ہیں۔

ادلے کا بدلا اور صبر پھر فرمایا:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ ۔

اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اور اگر صبر کرو تو یہ (رویّہ) صبر کرنے والوں کے حق میں بہتر ہے۔

دعوت کی ہدایات دیتے ہوئے اس آیت کا بیچ میں آجانا بظاہر عجیب سا لگتا ہے۔ مگر عملی زندگی میں داعیانِ حق کو بعض مواقع ایسے پیش آتے ہیں جن کا چارۂ کار یہ آیت بتاتی ہے۔

اس آیت کا مفہوم کئی مختلف شکلوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ایک سادہ سی شکل یہ پیش آسکتی ہے کہ بسا اوقات ناشائستہ و سنگ دل جاہلوں سے انتہائی نرمی اور خیر خواہی سے بات کرنے کے باوجود ان میں جذباتی ہیجان اور متعصبانہ اشتعال پیدا ہو سکتا ہے۔ بعض مخالف مذہبی پیشوا بھی اپنے پیروکاروں کو کسی بدسلوکی کے لیے اکسا سکتے ہیں۔ کہیں تو معاملہ محض زبان درازی، بدگوئی یا استہزا تک رک جاتا ہے اور کہیں ہاتھا پائی، مارپیٹ اور قتل تک جا پہنچتا ہے۔ بعض حالات میں مالی نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ آیت بدلہ لینے کا مساوانی قانونی حق دیتی ہے بشرطیکہ بدلہ لینے کی طاقت موجود ہو۔ مگر بدلہ برابر سرابر کا ہو سکتا ہے زیادتی روا نہیں۔

داعیانِ حق کے ساتھ زیادتی کی ایک صورت وہ ہے جو رجیع اور بئرمعونہ کے مقامات میں پیش آئی۔ قاریوں اور واعظوں کو بغیر کسی جرم کے قتل کیا گیا۔ قانوناً ایسی زیادتیوں کا بدلہ لیا جا سکتا ہے۔

تیسری شکل یہ ہے کہ جو قوم مخاطبِ دعوت ہو، وہی میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے کے لیے آموجود ہو۔ ایسی شکل میں میدانِ جنگ میں ان سے بھرپور جنگ کی جائے گی۔ لیکن اگر وہ میدانِ جنگ میں ایسی حرکات کے مرتکب ہوں جس کو روکنے کے لیے اسلام آیا ہے تو ان کے مقابلے پر ویسی حرکات نہیں کی جائیں گی۔ مثلاً غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ اور شہید ہونے والے بعض دوسرے حضرات کا مشرکین نے مثلہ کیا جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پر پہلے سے کوئی حکم نہ ہونے کی وجہ سے حضورؐ نے بھی ستر مشرکین سے اسی طرح کا بدلہ لینے کا عزم ظاہر کیا۔ اوّل تو یہ تعداد بدلے کے اصول کے لحاظ سے زیادہ تھی۔ دوسرے مکارم اخلاق کے معلّم اور اسلامی تعلیم کے علمبردار صحابہ کو ایسی حرکات سے اللہ تعالیٰ بلند رکھنا چاہتا تھا۔ لہذا یہ آیت نازل ہوئی بعض کے نزدیک فتح مکہ کے وقت نازل ہوئی۔ آنحضورؐ نے اس موقع پر فرمایا کہ اچھا تو پھر ہم صبر ہی کریں گے۔

ایسے حالات میں بھی میدانِ جنگ کے باہر دعوت کا کام جاری رہے گا۔

لیکن ان ساری صورتوں میں ترجیح مسلکِ صبر کو دی گئی۔ کیونکہ مظلوم و صبر کیش داعیانِ حق کی قدر بڑھ جاتی ہے اور دلوں میں ان کے لیے نفوذ کرنا آسان ہوتا ہے۔ کیونکہ صبر کا مقام بدلہ لینے کے مقام سے بالاتر ہے۔

یہ صبر صرف کارِ دعوت کے لیے مطلوب ہے۔ اگر کوئی قوم جنگ کرنے آئے تو اس کا مقابلہ صبر سے نہیں کیا جائے گا۔ مجرمین کے مقدمے پیش ہوتے پر عدالتیں صبر سے کام نہیں لیں گی۔

صبر — ایک مستقل اصولِ دعوت

اب آگے چلتے ہیں:-

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ ، وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔

اور صبر کی روش اختیار کرو اور تمہارا صبر صرف اسی ہی کی مدد سے ممکن ہے۔ اور ان (مخالفین و منکرین) کے طرزِ عمل پر غمزدہ نہ ہو جاؤ، اور جو کچھ چالبازیاں وہ کرتے ہیں ان کی وجہ سے گھٹن میں نہ پڑو۔

اُوپر کی آیت میں بدلہ لینے کے حق کے مقابلے میں صبر اختیار کرنے کو ترجیح دی گئی۔ اور اب پھر معاً اس کے بعد الگ سے بصیغۂ امر کہا جاتا ہے "وَاصْبِرْ" اس کے معنی یہ ہیں کہ صبر کارِ دعوت میں ایک اصول کی حیثیت سے مطلوب ہے۔

اس موقع پر دو ایک صورتیں ایسی لے لی گئیں جن کا چارۂ کار صرف صبر ہے۔

بات تو یہ فطری سی ہے کہ اہلِ دعوت کو دعوت کے پھیلنے اور مؤثر ہونے پر خوشی ہو اور جو اُسے نہ مانیں ان کی وجہ سے حزن و ملال لاحق ہو۔ لیکن اُوپر جو ہدایت و ضلالت کے متعلق ایک نکتہ بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوا ہے اس کی روشنی میں جبلّی جذبات پر اسلامی شعور کو غالب آنا چاہیے۔ اس طرح کا حزن و ملال حصولِ مدعا میں تو مفید نہیں ہے، البتہ قوتِ کار کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اِسی طرح مخالفینِ دعوت کی عیاریوں اور مکاریوں پر جو گھٹن محسوس ہوتی ہے اس سے بھی اپنے آپ کو بچانے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ جب صبر کو کارِ دعوت میں ایک اصولی حیثیت حاصل ہے تو وہ چند اور پہلو بھی سامنے آجائیں جو صبر کے متقاضی ہیں۔

ایک تو یہ کہ مخالفین کے غیر شائستہ انداز، استہزاء، مغالطہ انگیزی وغیرہ چیزوں سے داعی زیادہ اثر نہ لے اور اس میں غلط ردِّ عمل پیدا نہ ہونے پائے۔

دوسرا یہ کہ دعوت کا کام روکنے کے لیے ذہنی، مالی، جسمانی، ایذادہی کی جو صورتیں مخالفین کی طرف سے اختیار کی جائیں ان کو حوصلے سے برداشت کیا جائے اور اپنا کام کسی حال میں ختم نہ کیا جائے۔ اس کی بہترین مثالیں مکی دَور میں ملتی ہیں جبکہ حضورؐ اور صحابہؓ کرام نے انسانی برداشت کی آخری حد تک اذیتیں برداشت کیں مگر خیر خواہانہ اور دردمندانہ اندازِ دعوت کو برقرار رکھا۔

تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ آدمی دعوت کے رفتارِ نتائج سے مطمئن نہ ہو اور عاجلانہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنا موقف چھوڑ دے۔ مثلاً:

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کمزور ایمان کے داعیان یہ سوچنے لگیں کہ ہمارے مقاصدِ کار اور طریقِ دعوت میں کوئی کمی ہے کہ کامیابی نہیں ہورہی ہے۔ اور اسی وجہ سے وہ باطل تحریکات اور مذاہب کے طریقہ ہائے دعوت کو اختیار کرنے لگیں۔ اِسی چیز سے روکنے کے لیے ہدایت دی گئی کہ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (ہود ۱۱۳) یعنی اہلِ ظلم (جو جادۂ حق سے دُور ہوگئے ہوں) ان کی طرف اپنے ذہنوں اور طریقوں میں ذرا بھی جھکاؤ پیدا نہ ہونے دو۔ کجا کہ تقلید کرنا۔

اب یہ سوچا جاسکتا ہے کہ آدمی کے چاروں طرف بھری دنیا میں اگر باطل تحریکوں کا دور دورہ ہو، اور ان کے داعیان نے اپنی پسند کے کچھ طریقے ایجاد کرلیے ہوں تو آدمی غیر شعوری طور پر ان سے اثر پذیر ہوتا ہے اور سوچنے لگتا ہے کہ کیوں نہ کامیابی کے لیے ان کے سے مقاصد اور طریقے اپنا لیے جائیں۔ اس مستقل ذہنی کشمکش سے عہدہ برآ ہونا سوائے صبر کی قوت سے کام لیے ممکن نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کثیر التعداد مخالفینِ دعوت کچھ مطالبات رکھیں یا پروپیگنڈے کی زبان میں دباؤ ڈالیں کہ اپنے دین اور اپنی دعوت سے کم سے کم فلاں چیزیں حذف کر دو یا یہ یہ تبدیلیاں کر لو تو ہم قریب آسکتے ہیں، یا مخالفت و مزاحمت ترک کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ

ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ (یونس-۱۵) کا مطالبہ حضورؐ کے سامنے آیا تھا۔ یعنی آپ اس قرآن کی جگہ کوئی اور قرآن لے آئیں، یا اسی میں مناسب ردّ و بدل کر لیں۔ اسے قرآن میں مخالفین کی خواہشات کا اتباع قرار دے کر سخت وعید سنائی گئی۔ مثبت حکم الٰہی یہ ہے کہ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ (هود: ۱۱۲) آپ کو جیسا کچھ حکم دیا گیا ہے اس پر جمے رہیے۔ یہ حکم ہر داعیٔ حق کے لیے ہے۔ یہ استقامت صرف صبر کے ہونے ہی سے ممکن ہے۔ آدمی مخالفین کے دباؤ کو برداشت کرے، ان کے بار بار کے مطالبوں کو سُنے اور اپنے میں تنزلزل نہ آنے دے۔

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ ضلالت زدہ قوموں کے دنیوی جاہ و جلال سے اہلِ دعوت مرعوب ہونے لگیں، اپنے آپ کو کمزور محسوس کریں، اور احساسِ کہتری یا رشک میں مبتلا ہوں۔ تو ایک تو یہ تاثر اس کردار کو کمزور کر دیتا ہے جو داعی میں ہونا چاہیے، اور دوسرے دعوت کا علم بلند کرنے کے عظیم مقصد سے توجہات اور قوتوں کا ایک حصہ کٹ کر دولتِ دنیا سمیٹنے میں صرف ہونے لگتا ہے۔ اس خطرے کا سدِّ باب کرنے کے لیے قرآن نے داعیانِ حق کو ہدایت دی کہ

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (طٰه ۱۳۱)

تمہاری آنکھیں ان (ضلالت زدہ افراد اور اقوام) کے دنیوی جاہ و ثروت سے مرعوب نہ ہوں جس کی کچھ اقسام ہم نے ان کو دے رکھی ہیں۔

اور

فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ (المومن ۴)

اور مختلف شہروں میں ان کی چلت پھرت تم کو مغالطے میں نہ ڈال دے۔

یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے پچھلے سو سال سے ہمارے ہاں مغرب کی دولت اور دنیوی ترقی کو دیکھ دیکھ کر یہ سمجھا جاتا رہا ہے کہ شاید یہ سارا کچھ اس وجہ سے ہے کہ مغرب والوں کا دین یا نظام ہمارے اسلام سے بہتر ہے۔ اور پھر دنیا کے سرمایہ داروں، یہودی اکابر اور بڑی قوموں کے صدروں اور سفیروں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جہازوں پر ادھر سے اُدھر آمد و رفت اور ان کی مشاورتیں اور مجلس آرائیاں اور ادارے، پھر ان کی ثقافتی مجالس کی بہاریں، ان ساری چیزوں کا ایک بھاری اثر ذہنوں پر پڑتا ہے۔ حالانکہ جب تبدیلی آتی ہے تو دولت اور ایوان اور مسندیں اور ادارے اور کھیل تماشے سارے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں بلکہ باعثِ مصیبت بنتے ہیں جیسے کہ قرآن میں دنیوی اسبابِ جاہ و جلال کے بارے میں آیا کہ خدا تعالیٰ انہی چیزوں کو اپنے نافرمان بندوں کے لیے ذریعہ عذاب بنانا چاہتا ہے۔ (لِیُعَذِّبَہُمْ بِهَا فِی الدُّنْیَا - توبہ ۵۵)

صبر اگر داعی کے کردار کی بنا ہو تو وہ ان چیزوں سے مرعوب ہونے کے بجائے انہیں عبرت کا سامان سمجھے گا۔ یہ انسانیت کے خلاف طرح طرح کے جرائم اور مظالم میں استعمال ہوتی ہیں۔ داعیِ حق کو حضرت جعفر طیار کے کردار سے سبق لینا چاہیے جنہوں نے نجاشی کے دربار میں مخالفت پہ تُلے ہوئے مذہبی پیشواؤں اور درباریوں کے سامنے قرآن کا کلام نقطہ بہ نقطہ اور شوشہ بہ شوشہ سنا دیا۔ اور نمونہ لینا چاہیے عامر بن ربعی سے جنہوں نے رستم کے پُرشکوہ دربار میں داخل ہوتے ہوئے بھی اپنی شانِ بدویت کو بغیر کسی احساسِ کہتری کے برقرار رکھا اور اس طرح درباریوں کو مبہوت کر دیا۔

میں کہتا ہوں، افراد کو تو چھوڑیے، پوری تہذیبِ مغرب کے پُرشکوہ دربار میں آپ کلمۂ حق کہنے کے لیے حضرت جعفر طیار کے سے ایمان اور ربعی بن عامر جیسی خودی کے ساتھ نمودار ہوں۔ اور اہلِ دولت و ثروت کی ریس میں پڑ کر اپنی توجہات اور قوتوں کو مقصدِ دعوت سے ہٹا کر ضائع نہ کریں۔ دولت اور روزی اور رتبہ افروزی (یعنی سٹیٹس) بنانے میں اگر جان کھپائی اور دماغ سوزی کی جائے تو اس میدانِ مسابقت میں کوئی حد نہیں۔ مقصد رکھنے والے صاحبِ دعوت کے لیے اتنا کافی ہے کہ خدا اُسے رزقِ کفاف دیتا رہے، اور اتنا تو بالعموم ملتا ہی ہے۔

یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ خود دعوت کے فروغ کے لیے دولت اور ذرائع و وسائل کی ضرورت واضح ہے۔ اور لوگوں کو زائد کمائی اس مقصد سے کرنی چاہیے کہ وہ انفاق کر کے دعوتی سرگرمیوں کو وسیع تر اور مضبوط تر کریں اور کام کرنے والے زیادہ سے زیادہ افراد کو سنبھالنے کا انتظام کریں۔ البتہ اس کام میں سادگی کو بنیادی معیار ہونا چاہیے۔ ادارات اور انتظامات میں حد سے بڑھی ہوئی آسائشیں اور سہولتیں جمع کرنا غیر ضروری ہے۔ اجتماعی انتظامات جو کچھ بھی ہوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مردانِ کار کو چاہیے کہ وہ جس دعوت کے وارث بن رہے ہیں، اس کے مورثانِ اوّل کے کیش و مسلک سے اپنے آپ کو بہت دُور نہ لے جائیں۔ ورنہ کئی مثالیں ایسی مل سکتی ہیں کہ داعیانِ حق کی صفوں سے بعض ایسے افراد بچھڑ گئے جنہوں نے اپنے لیے دولت اور STATUS کو بڑھانے کی مسابقت شروع کی۔

بہر حال یہ مقام بھی مضبوط صبر کی صفت چاہتا ہے۔

صبر صرف اللہ کی مدد سے ہے

اب تک یہ بات واضح ہو گئی کہ صبر کے زادِ سفر کے بغیر دعوتِ حق کی راہ میں چار قدم چلنا بھی مشکل ہے۔

اگلی بات یہ فرمائی گئی ہے کہ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ مفہوم واضح ہے کہ صبر کی توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور یہ توفیق انہی کو ملتی ہے جو عبادات و طاعات اور اذکار و ادعیہ کے ذریعے اللہ سے اپنا ربط بڑھاتے ہیں۔

اسی اشارے کی توضیح متصلاً یوں وارد ہے:

إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ ۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کریں اور وہ جو احسان کرنے والے ہوں۔

بات صاف ہے کہ اللہ کی معیت و تائید (اور اس کی طرف سے توفیقِ صبر) کے لیے شرطِ لازم یہ ہے کہ اہلِ دعوت تقویٰ اور احسان کی خوبیوں سے آراستہ ہوں۔

آیت کی رُو سے اللہ کو داعیان میں دو خوبیاں مطلوب ہیں۔ ایک تقویٰ، دوسری احسان۔ بعض اصحاب کے نزدیک منہیات سے اجتناب کا نام تقویٰ ہے، اور احسان مطلوبات کی راہ میں پیشقدمی کا نام ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ تقویٰ محض احکام و فرائض کی پابندی کا نام ہے، اور احسان کا مطلب اپنے ذوق و شوق کے تحت کسی قدر آگے بڑھ کر عبادات و معاملات کو بہترین پیرایوں میں انجام دینا ہے۔ بعض کے نزدیک تقویٰ کا مفہوم خدا سے تعلق کو درست رکھنا ہے، اور احسان کا مدعا خدا کے بندوں سے اپنے تعلقات و معاملات کو حسن و خوبی سے انجام دینا ہے۔

ان ساری باتوں کو سامنے رکھیں تو خلاصہ یہ ہے کہ داعیِ حق کو عبادات و معاملات کے لحاظ سے بھی، اور ان میں کارفرما روحِ ایمانی کے لحاظ سے بھی دینِ حق کا عملی نمونہ ہونا چاہیے۔ ان کی شخصیتوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور کرداروں ہی میں ایک اثر موجود ہو جو فضا پر چھا جائے۔ ہر کوئی محسوس کرے کہ یہ ہیں لوگ نیکی اور شرافت کے خدائی راستے کی طرف بلانے والے۔

حقیقی تقویٰ اور احسان کے بغیر جو لوگ محض دین کا نمائشی خول اپنے گرد آراستہ کر کے نکل کھڑے ہوں، یا لچھے دار تقریروں اور دلفریب طرزِ گفتگو پر سارا بھروسہ کریں، یا محض اپنی تنظیمی قوت کو بڑی چیز خیال کر لیں، یا کسی تنخواہ یا وظیفے کا حق ادا کرنے چلے ہوں، ان کی دی ہوئی دعوت اسلامی تھوڑے بہت اثرات تو شاید دکھا دے، مگر کوئی بڑا نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔ کجا یہ کہ صریحاً قول و فعل کے تضاد موجود ہوں اور داعیانِ حق کا حال یہ ہو کہ وہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ (صف۔۲) کی زد میں آ رہے ہوں۔

تقویٰ و احسان صرف اس کا نام نہیں کہ دین کی کم سے کم ضروریات کو کم سے کم لازم حد تک پورا کر دیا جائے۔ "کم سے کم" تو نقطۂ آغاز ہے۔ ان خوبیوں میں پے در پے اضافہ ہونا چاہیے اور اہل دعوت کو اس معیار کی طرف بڑھنا چاہیے جسے حضورؐ اور سابقون الاوّلون اور جملہ صحابہ نے قائم کر کے دکھا دیا کہ خدا کے دین کو کیا مطلوب ہے۔ تقویٰ و احسان ایسی چیزیں بھی نہیں ہیں کہ ایک بار کسی خاص حد پر پہنچ کر آدمی سمجھے کہ بس اب بات بن گئی۔ جہاں وہ رکے گا، زوال شروع ہو جائے گا۔ تقوے و احسان کی راہ میں مسلسل قدم آگے بڑھنے چاہییں۔

متذکرہ اصول و شرائط کے ساتھ دعوتِ اسلامی کا کام کرنے والے لوگ اگر گروہ در گروہ ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوں ـــــ اور عالمِ اسلام میں یہ ہو رہا ہے ـــــ تو کوئی وجہ نہیں کہ ملحدانہ مادّی تہذیب اور اس کے نظریوں اور نظاموں اور تحریکوں کو شکست نہ دی جا سکے۔ وقت آ رہا ہے جب دینِ مادّیت کی جڑیں ہل جائیں گی اور سوچنے کے موجودہ پیمانے یکسر بدل جائیں گے۔ بہرحال تقدیرِ عالم خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ کب کیا ہونا ہے۔

اختتامی نوٹ:۔ مضمون کے آخر میں چند تجاویز بھی لکھی گئی تھیں۔ ان کو اشاعت کے لیے نہیں دیا گیا۔

© rasailojaraid.com